76

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہنے کی تاکید

(فرمودہ ۱۶- دسمبر ۱۹۳۲ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

بعض لوگوں نے میرے پاس شکایت کی ہے کہ قادیان کے لوگوں میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہنے کا رواج کم ہے- اور یہ کہ بہت سا حصہ ایسے لوگوں کا ہے جو سلام کا جواب نہیں دیتے- بالخصوص جو لوگ بڑے سمجھے جاتے ہیں وہ خصوصیت کے ساتھ سلام کا جواب دینے میں سستی کرتے ہیں- یہ الزام ایسا وسیع ہے اور ایسا غیر معیّن اور مبہم ہے کہ اس قسم کی باتوں یا ایسی شکایتوں کی طرف توجہ کرنا بالکل بے معنی ہے- ایسی ملاقاتوں کو چھوڑ کر جو عیدین اور جمعہ کے روز ہوتی ہیں اور جو ایسی نہیں ہوتیں کہ ان میں شناخت یا گفتگو ہو سکے' وہ اختصار کے ساتھ اظہار محبت ہوتا ہے اور ایسا موقع صرف مجھے ہی ملتا ہے باقی لوگوں کو شاید ہی اس رنگ میں قادیان کے دس فیصدی لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہو- ہر شخص کو سلام کا جواب ضرور دینا چاہئے- لیکن اس طرز میں شکایت کرنا کہ سارے ہی یا پچاس فیصدی یا پچیس فیصدی ایسے ہیں جو سلام کا جواب نہیں دیتے' علامت ہے اس بات کی کہ ایسا شخص بہت جلدی غصے میں آجاتا ہے-

اگر قادیان کے تمام لوگوں کی ایک پریڈ کرائی جائے اور اس سے دریافت کیا جائے کہ اس سال ان میں سے کتنے لوگوں کے ساتھ تمہاری ملاقات ہوئی ہے تو معلوم ہوگا کہ دس فیصدی سے بھی کم سے ملنے کا اسے موقع ملا ہے- ایسی حالت میں اس کا سب پر یا پچاس ساٹھ فیصدی پر فتویٰ لگا دینا سخت مضحکہ خیز ہے- جس صورت میں کہ وہ ملا دس سے بھی نہیں تو اس کی شکایت کس طرح صحیح ہو سکتی ہے- ایسا شخص منطق کے صحیح اصول سے ناواقف ہے- دس بیس سے اسے جو واقعہ

پیش آیا' اس سے اس نے اندازہ کرلیا کہ اتنے فی صدی لوگ ایسے ہیں۔ حالانکہ ممکن ہے' اسکے ملنے والے ہی ایسے ہوں۔ اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایسے شخص کے اندر چونکہ خود نقائص ہوتے ہیں اس لئے اس کے اردگرد بھی ویسے ہی لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ پھر بسا اوقات اس کا چالیس یا پچاس فیصدی کا اندازہ اس کے اپنے دل کا آئینہ ہوتا ہے اور وہ دراصل اس کی اپنی تصویر ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ دوسروں کی شکل میں اسے دکھاتا ہے۔ لیکن اگر یہ بھی نہ ہو تو ایسا کرنے والے کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہتے ہیں کہ ایک شخص جو اپنے آپ کو بڑا عقلمند خیال کرتا تھا کسی دریا پر پہنچا۔ دریا کے کناروں پر پانی تھوڑا ہی ہوتا ہے۔ اس نے جو دیکھا کہ کنارے پر پانی تھوڑا ہے۔ مثلاً دس انچ کے فاصلہ پر اتنا ہے تو جھٹ اربعہ لگالیا کہ آگے کتنا ہوگا اور یہ قیاس کرکے فیصلہ کرلیا کہ پانی تھوڑا ہی ہے اور اپنے بال بچوں کو لے کر اسے عبور کرنے لگا۔ اب دریا کا تو پتہ ہی نہیں لگ سکتا۔ ایک جگہ پایاب ہے تو دوسرے ہی قدم پر اس قدر گہرا ہو جاتا ہے کہ آدمی فوراً غرق ہو جائے۔ جب بیچ میں گئے تو سب غرق ہو گئے۔ وہ خود چونکہ تیرنا جانتا تھا اس لئے پار جا پہنچا۔ اب کنارے پر پہنچ کر پھر اس نے اربعہ لگانا شروع کیا اور اپنے حساب کو ٹھیک پایا۔ اس پر وہ بہت حیرانی کے ساتھ پنجابی زبان میں کہنے لگا۔ اربعہ لگا جیوں تیوں۔ کنبہ ڈوبا کیوں۔ یعنی اربعہ تو بالکل ٹھیک لگایا تھا پھر میرا خاندان کیونکر غرق ہو گیا۔ تو ایسے شکایت کرنے والوں کی مثال بھی ایسی ہوتی ہے۔ دس سے ملاقات ہوئی ان میں سے پانچ ایسے مل گئے جو سلام کرنے میں سست تھے۔ بس اس سے اربعہ لگالیا کہ قادیان میں پچاس فیصدی لوگ سلام نہیں کرتے۔ یا کوئی ایسا شخص ہو سکتا ہے جسے ساری عمر کسی کو قرض دینے کا اتفاق نہیں ہوا۔ بدقسمتی سے کسی کو دو چار روپے قرض دیا اور وہی ایسا نکلا جو واپس کرنے والا نہ تھا۔ پس اس سے قیاس کرلیا کہ یہاں کے سو فیصدی لوگ بدمعاملہ ہیں اور قرض لے کر واپس نہیں کرتے۔ غرض ایسی شکایت کو اپنی ذات میں کوئی حیثیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ لیکن چونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ایک دو بھی ایسے ہوں تو ان کو سمجھانا میرا فرض ہے اس لئے جہاں میں اس بات کو صحیح نہیں سمجھتا وہاں یہ بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر چند ایک میں یہ نقص ہے تو اس کا ازالہ ہو جائے۔ غرض میں اس قسم کا اعتراض کرنے والوں کے خلاف اظہار ناپسندیدگی کرتا ہوں کیونکہ یہ طریق فتنہ کا موجب ہے۔ اور خواہ مخواہ کی بے چینی پیدا کرنے کا باعث ہو سکتا ہے۔ ہاں خلیفہ وقت کے پاس صحیح انفارمیشن پہنچانا فرض ہے۔ اگر ایک شخص آئے اور کہے میں نے مولوی شیر علی صاحب کو سلام کیا مگر انہوں نے جواب نہیں دیا۔ میاں

بشیر احمد صاحب کو سلام کیا مگر انہوں نے جواب نہیں دیا- مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب' چودہری فتح محمد صاحب یا شیخ عبدالرحمن صاحب مصری نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا- اس طرح کی اگر وہ پانصد یا ہزار آدمیوں کی فہرست بھی دے دے تو یہ جائز ہے- لیکن اگر اس نے پانصد کو سلام کیا اور انہوں نے جواب نہیں دیا اور وہ کہہ دیتا ہے کہ سارے ہی سلام کا جواب نہیں دیتے تو یہ ناجائز ہے- اس کا کیا حق ہے کہ جن لوگوں سے وہ واقف بھی نہیں اور جنہوں نے اس کی شکل بھی نہیں دیکھی وہ ان پر الزام لگائے- حتیٰ کہ اگر واقعہ میں بھی پچاس فیصدی ایسے ہیں جو جواب نہیں دیتے تو بھی اس کا تمام کے متعلق ایسا کہنا ناجائز ہے- اور اس پر اس سے خدا تعالیٰ ضرور باز پُرس کرے گا- کیونکہ وہ ناکردہ گناہوں پر یا ایسے لوگوں پر جن پر جرم ثابت نہیں بلاوجہ الزام لگا سکتا ہے- یہ طریق سخت ناجائز ہے اور یہی وجہ ہے کہ میں ایسی شکایات کا جواب نہیں دیتا- اور پھر ایسے لوگ اپنے واقفوں بلکہ نوواردوں کے سامنے کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے شکایت کی تھی مگر اس کا کوئی جواب ہی نہیں دیا گیا- حالانکہ اگر میں اس شکایت پر نوٹس لوں تو وہ سزا کے مستوجب ٹھہریں کیونکہ تحقیق کا تو یہی طریق ہو سکتا ہے کہ میں انہیں کہوں لاؤ ثابت کرو کہ اتنے فیصدی لوگ سلام کا جواب نہیں دیتے- اور جب وہ ثابت نہ کر سکیں تو انہیں سزا دوں- پس شریعت کے رو سے یہ میری بے توجہی نہیں بلکہ رحم ہوتا ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں انہوں نے جہالت سے ایسا کہا ہے- مجھے درگزر سے کام لینا چاہئے- پس بجائے اس کے کہ وہ میرے ممنون ہوں' وہ اُلٹا واویلا کرتے ہیں- ایسے شخص کی شکایت اگر صحیح ہے اور اس کے علم میں بہت سے ایسے آدمی ہیں تو وہ کیوں ان میں سے چار پانچ یا ایک دو کے ہی نام نہیں لے دیتا- اور اگر وہ سمجھتا ہے کہ بے گناہوں کو بھی ساتھ شامل کر لینے سے شکایت کی عظمت بڑھ جائے گی تو یہ غلط خیال ہے- اس طرح سے عظمت بڑھے گی نہیں بلکہ کم ہو جائے گی-

غرض اس طریق شکایت کو میں سخت ناپسند کرتا ہوں اور ایسا کرنے والا میرے خیال میں اپنی روحانیت پر تبر رکھتا ہے- میں تو اس سے درگزر کر دیتا ہوں- مگر ممکن ہے میرا معاف کرنا غلط ہو اور وہ شخص رحم کا فی الواقع مستحق نہ ہو- اور یہ ضروری نہیں کہ جسے میں معاف کر دوں اسے اللہ تعالیٰ بھی معاف کر دے- ایسی صورت میں وہ ایسے لوگوں کو کہے گا کہ ثبوت لاؤ ورنہ تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے- سو یہ طریق غلط ہے- میں نے تو اکثر بتایا ہے کہ ایسا نہیں کرنا چاہئے- یہ کیوں کہتے ہو کہ لوگ ایسا نہیں کرتے جو نہیں کرتے ان کا نام کیوں نہیں لیتے- اگر ایسا کرنے سے ڈرتے ہو تو ان پر

تو تم یہ الزام لگاتے ہو کہ وہ سلام نہیں کرتے مگر اپنے آپ کو منافق ثابت کر رہے ہو۔ پس یہ طریق غلط ہے۔ اگر تم دیکھو کہ نقص ہے اور ایک شخص کا بھی نام لے لو جس میں وہ پایا جاتا ہے تو میرے دل میں اس کے متعلق گھبراہٹ ہو گی۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ بسااوقات میں اس خیال سے کہ چھوٹی بات ہے اسے جانے دوں۔ خاموش رہوں یا یہ جواب دیدوں کہ ہم اصلاح کی کوشش کر رہے ہیں مگر میرے دل میں اسے سن کر حرکت ضرور پیدا ہو گی۔ لیکن اگر یوں کہو کہ پانچ ہزار میں یہ نقص ہے اور نام کسی کا نہ لو تو مجھ پر اس کا کوئی اثر نہ ہو گا بلکہ مجھے یقین ہو جائے گا کہ یہ شکایت جھوٹی ہے۔ شکایت کا صحیح طریق یہ ہے کہ کہا جائے فلاں نے ایسا کیا ہے۔ اور اگر یہ نہیں کرنا چاہے تو پھر خاموش رہو۔ اگر اصلاح چاہتے ہو اور تمہارے خیال میں وہ چپ رہنے سے ہو سکتی ہے تو پھر اسے میرے تک پہنچانا غلط ہے۔ اور اگر پہنچانا ضروری سمجھتے ہو تو پھر صحیح بات پہنچاؤ ایسی شکایت کرنے والوں کو میں قضاء کے طور پر جھوٹا کہتا ہوں۔ لیکن ممکن ہے بعض ایسے لوگ واقعہ میں بھی موجود ہوں جو سلام نہ کہتے اور سلام کا جواب نہ دیتے ہوں۔ ایسے لوگوں سے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ طریق عزت کا موجب نہیں ہو سکتا۔ عزت دو طرح کی ہوتی ہے بندوں کے نزدیک اور خدا کے نزدیک کیا تم سمجھتے ہو کہ جو شخص تمہیں سلام کرے اور تم اس کا جواب نہ دو تو وہ تمہیں بڑا سمجھے گا اور گھر جا کر کہے گا کتنا بڑا لائق اور معزز آدمی ہے میں نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا مگر اس نے جواب تک نہیں دیا نہیں بلکہ کہے گا۔ کیسا نامعقول اور پاجی ہے میں کوئی اس کا ماتحت نہ تھا۔ کوئی خوشامدی نہ تھا۔ میں نے سلام کیا اور اس کا جواب تک نہ دے سکا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا رسول اسے ضروری قرار دیتا ہے۔ اور تم نافرمانی کرتے ہو۔ تو کیا جب خدا کے سامنے جاؤ گے تو وہ یہ کہے گا کہ میرا کیسا معزز بندہ آتا ہے لوگ اسے سلام کرتے اور یہ جواب تک نہیں دیا کرتا تھا ہرگز نہیں۔ گویا اس طرح بندوں کے نزدیک بھی ذلیل رہو گے اور خدا کے نزدیک بھی پس اگر یہاں کوئی ایسا آدمی ہے جو سلام نہیں کرتا یا سلام کا جواب نہیں دیتا تو میں اسے بتاتا ہوں کہ یہ طریق غلط ہے۔

رسول کریم ﷺ کو سلام اس قدر پیارا تھا کہ آپ نہ صرف خود کرتے۔ بلکہ دوسروں کو بھی تاکید کرتے اور فرماتے کہ جو سلام کرتا ہے اسے دس نیکیاں ملتی ہیں[۱] اور آدمی کا دماغ' ہاتھ' کان سب مشغول ہوں تب بھی وہ مونہہ سے سلام کہہ کر دس نیکیاں حاصل کر سکتا ہے گویا دوسرے کام میں مشغول ہوتے ہوئے بھی وہ دس نیکیاں حاصل کر سکتا ہے۔ فرض کرو تم دس گناہ کرتے

ہو۔ اگر ایک سلام محبت سے کردو تو وہ سب زائل ہو جائینگے بشرطیکہ گناہ بھی ایسا ہو جیسا سلام کرنے کی نیکی ہے

رسول کریم ﷺ کی مجلس میں ایک شخص آیا اس نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ آپ نے فرمایا عَشْرٌ دوسرا آیا اور کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ آپ نے فرمایا عِشْرُوْنَ تیسرا آیا اور کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ آپ نے فرمایا ثَلٰثُوْنَ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اسکا کیا مطلب ہے۔ آپ نے فرمایا جس نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا اس کے نام دس نیکیاں جس نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ کہا اس کے بیس نیکیاں اور جس نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کہا اس کے نام تیس نیکیاں لکھی گئیں [۵]۔ اور جب ایک لفظ سے دس نیکیاں ملتی ہوں تو وہ کون بے وقوف ہے جو نہ لے سلام کا جواب بھی اونچی آواز سے دینا چاہیئے۔ ہاں ایک اور صورت ہے مثلاً میں اب پانچ منٹ میں یہاں تک پہنچ سکا ہوں اس اثناء میں قریباً اڑھائی سو لوگوں نے مصافحے کئے ہوں گے اور پھر کئی ایسے ہاتھ تھے جن کے ہاتھ دوسروں سے ملے ہوئے تھے۔ رسول کریم ﷺ کا طریق تھا کہ ایسے موقع پر آپ تین دفعہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہہ دیتے۔ کیونکہ سب کو علیحدہ علیحدہ جواب دینا ایسے موقع پر مشکل ہوتا ہے اس لئے اکٹھا ہی جواب دیا جاسکتا ہے اور اگر ایسا نہ کیا جائے تو کھڑے ہو کر ہر ایک جواب دینا تکلیف مالایطاق بلکہ مضحکہ خیز بھی ہے۔ مگر یہ موقع ہر بار مجھے بھی پیش نہیں آتا اور دوسروں کو تو بالکل ہی نہیں آتا ہوگا اور ایسی صورت کے سوا سلام کا جواب ضرور دینا چاہیئے۔ بلکہ رسول کریم ﷺ تو اس قدر احتیاط کرتے تھے کہ اکثر آپ خود ابتداء کرتے تھے۔ چونکہ آپ معلّم تھے اس لئے اگر بچوں کے پاس سے گزرتے تو ان کو بھی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہتے اور اس طرح انہیں سلام کہنا سکھاتے۔ لیکن اگر ایک ہیڈ ماسٹر گزرتا ہے بچے اسے سلام کہتے ہیں اور وہ جواب نہیں دیتا تو وہ یہی سمجھیں گے کہ جواب نہیں دینا چاہیئے۔ کیونکہ بچے وہی کرتے ہیں جو بڑوں کو کرتا دیکھیں۔ ہمارے گھر میں چونکہ عام طور وہ دیکھتے ہیں اس لئے ایسی عادت ہوگئی ہے کہ جب میں جاتا ہوں اس کثرت کے ساتھ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہنے لگ جاتے ہیں کہ مجھے بعض اوقات انہیں ڈانٹنا پڑتا ہے۔ باری باری بچے ابا جان اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ ابا جان اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہنا شروع کردیتے ہیں۔ اور جب ایک دور ختم ہو جائے تو دوبارہ شروع کردیتے ہیں۔ لیکن اگر ماں باپ یا ہیڈ ماسٹر کو وہ دیکھیں کہ سلام نہیں کرتے تو وہ بھی اس کے عادی نہیں ہو سکتے۔

پس ناظر، ہیڈ ماسٹر، استاد اور دوسرے افسروں کو چاہئے کہ پہلے خود سلام کیا کریں تا دوسروں کو رغبت ہو- حضرت انسؓ رسول کریم ﷺ کے خادم تھے- وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جب گھر میں آؤ تو اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہو- اس سے گھر والوں کو تمہیں اور تمہارے اہل بیت کو برکت ملے گی ۳ؔ- اور محبت بڑھانے کا ذریعہ ہے- بظاہر یہ ایک چھوٹا سا جملہ ہے جس میں اس خاص سلامتی کا ذکر ہے جس کے متعلق قرآن میں آتا ہے کہ جب قیامت کے دن جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کہے گا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ یعنی جو سلامتی تمہارے لئے مقدر تھی وہ یہی ہے- گویا جب ہم اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہتے ہیں تو اس سلامتی کے ملنے کی دعا کرتے ہیں جس کا وعدہ قرآن کریم میں کیا گیا ہے- غرض یہ ایک دعا ہے جس کے معنی ہیں کہ تمہاری نیکیاں زیادہ ہوں، خدا تعالیٰ تمہاری بدیوں کو مٹائے، تمہیں جنت میں داخل کرے اور اس کے فرشتے تمہیں سلام پہنچائیں- چکڑالوی اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کے بجائے سَلَامٌ عَلَيْكُمْ کہتے ہیں- اور اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ قرآن میں نہیں آیا- لیکن مجھ سے اگر کوئی پوچھے تو میں کہوں گا کہ اگر کوئی شخص ساری عمر بلکہ اس کی اولاد بھی مجھے سَلَامٌ عَلَيْكُمْ کہتی رہے تو میں ایک بار کے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کی قیمت بھی اس سے بہت زیادہ سمجھوں گا- کیونکہ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ میں اپنا سلام ہے اور اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ میں اللہ تعالیٰ کا سلام ملنے کی دعا ہے- پس یہ معمولی چیز نہیں- سلام کہنا اور جواب دینا قوم میں اتحاد و اتفاق اور برکت کا موجب ہے اور نہ صرف اپنے لئے بلکہ اپنی اولاد کے لئے بھی ہے- اور جو برکت ذرا سی زبان ہلا دینے سے ملتی ہو اسے نہ لینا بڑی حماقت ہے- اگرچہ ایسی شکایت میں اتنا مبالغہ ہے کہ جو جھوٹ کی حد تک پہنچ جاتا ہے- لیکن پھر بھی شکایت کرنے والے پاگل نہیں ہیں اور بعض ایسے لوگوں کی طرف سے بھی شکایت پہنچی ہے جن کی راستبازی میں شبہ کی گنجائش نہیں- اس لئے میں سمجھتا ہوں دو چار ایسے لوگ ضرور ہیں جن میں یہ نقص ہے- اور جن میں یہ نقص ہو میں انہیں نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اسے دور کریں- اور مفت نیکی حاصل کرنے سے محروم نہ رہیں- صحابہ تو نیکی کا اتنا خیال رکھتے تھے کہ ایک دفعہ ایک صحابی نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ فرماتے تھے اگر کوئی شخص کسی مومن کا جنازہ پڑھے اور میت کے ساتھ قبرستان تک جائے تو اسے بہت بڑا ثواب ملتا ہے- اس پر صحابہ نے کہا کہ تم نے ہمیں یہ پہلے کیوں نہ بتادیا ۴ؔ- گویا نیکی کے لئے ان کے اندر ایسا جوش پایا جاتا تھا کہ وہ ناراض ہوئے کہ ہمیں پہلے کیوں نہ یہ بتادیا، تا ہم نیکی کے اتنے مواقع سے محروم نہ رہتے- ان صحابہ نے

بہت محنت کی، مشقتیں اٹھائیں اور رسول کریم ﷺ کے اعمال اور کلمات جو حصولِ ثواب کا ذریعہ ہیں جمع کر کے ہمارے لئے آسانی پیدا کر دی۔ اور اب یہ حالت ہے کہ گویا کھانا تیار ہو چکا ہے اور ہم نے اسے اٹھا کر منہ میں ڈال لینا ہے۔ اگر ہم اتنا بھی نہیں کر سکتے تو بہت قابل افسوس امر ہے۔ یاد رکھو یہی نوافل قربِ الٰہی کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ نماز روزہ وغیرہ عبادات تو عذاب سے بچنے کا ذریعہ ہیں مگر یہ چھوٹی چھوٹی باتیں مل کر انسان کو خدا تعالیٰ کا زیادہ قرب حاصل کرنے کا موجب بن جاتی ہیں۔

(الفضل ۲۲ دسمبر ۱۹۳۲ء)

۱؎

۲؎ ترمذی ابواب الاستئذان والادب باب ما ذکر فی فضل السلام و ابوداؤد کتاب الادب باب کیف السلام

۳؎ ترمذی ابواب الاستئذان والادب باب ماجاء فی التسلیم اذا دخل بیته

۴؎ ترمذی ابواب الجنائز باب ماجاء فی فضل الصلوٰة علی جنازة